جہاں وہ مشاہدۂ حق کے لیے پاکیزگیٔ نفس ضروری سمجھتے ہیں ؎

پردہ غیبت نمی گردد جمالش رانقاب — دیدہ ام تا درشہود دوست حیران کرد عشق

در سرم نیبت ہوای می گلرنگ عنب — کاسہ آشام زخون جگر ساخت عشق

غرض میر صاحب کا دیوان فارسی زبان میں سبک ہندی کا ایک پاکیزہ نمونہ ہے۔ یہ کلام اظہار بیان کا وہ نادر نمونہ ہے کہ اگر اسی انداز میں قدیم اردو شاعری کا مجموعہ ہوتا تو مولانا حالؔی جیسے متین انسان کو اس پر تنقید کرنے کی نوبت نہ آتی۔

ع خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم (اُردو)

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم اے سابق صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مُطالعہ وتحقیق کا نچوڑ یہ کتاب ہے، اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پوری تعلیم کا احصاء کیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تھا، قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دُوسرا ایڈیشن شائع کردیا گیا ہے، معیارِ طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

قیمت:- دس روپے

ملنے کا پتہ

شاہ ولیُ اللہ اکیڈمی - صدر - حیدرآباد - سندھ

پروفیسر وائی - ایس طاہر علی

یاقوت المستعصمؒ

فن طباعت اور ٹائپ رائٹر کی ایجاد کے بعد فن خوشخطی یا فن خوشنویسی کا زوال ہونے لگا - ورنہ اس سے پہلے ہر شخص خواہ امیر ہو یا غریب، یہ چاہتا تھا کہ اس فن میں سے اسے کچھ حاصل ہو - کیونکہ بزرگان سلف بُرے خط کو یا بدخطاطی کو بہت بڑا عیب سمجھتے تھے - فارسی کے آخری بڑے صوفی شاعر مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں ؎

حرفی کہ بخط بد نویسی — دروی ہمہ عیب خود نویسی
در خوبی خط اگر نکوشی — از بہر خدا نہ تیز ہوشی

عہد مغلیہ کے بڑے نامور شاعر صائب اصفہانی تو خوشنویسی کے دیکھنے کو اچھی اور مفید کتاب کے پڑھنے سے بہتر سمجھتے تھے - فرماتے ہیں

چشم در صنع الٰہی بازکن لب را ببند
بہتر از خواندن بود دیدن خط استاد را

ایک اور شاعر کہتے ہیں ؎

خط خوب اے برادر دلپذیر است — چو روح اندر تن برنا و پیر است

اگر منعم بود آرائش اوست وگر درویش اورا دستگیر است

ایک اور مقولہ ہے جو اس فن کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ کہتے ہیں:-

الخطُّ نِصفُ العِلمِ

اگر کوئی صاحب القلم ہوتا تھا تو اس کو صاحبُ السیف سے برتر سمجھتے تھے اور کہتے تھے ؎

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم
قلم کش را بدولت می رسانم

افسوس کہ ہم آج اس فن سے بالکل بے بہرہ ہوتے جارہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد یہ فن مفقود ہو جائے گا۔

راقم الحروف آپ سے **یاقوت المستعصمی** کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہے جو اس فن کا بہترین استاد مانا جاتا ہے۔ کسی نے یاقوت کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:-

"اول من نقل الخط الکوفی الی الطریقۃ العراقیۃ ابن مقلۃ ثم جاء ابن بواب وزاد فی تعریب الخط وابداعہ ثم جاء یاقوت المستعصمی الخطاط وختم فی الخط واکملہ وادرج فی ھٰذا البیت جمیع قوانینہ۔"

یاقوت سے قبل ابن مقلہ اور ابن البواب دو نامور خطاط گزرے ہیں۔ ابن مقلہ چوتھی صدی ہجری کی پیداوار ہیں اور ان کے شاگردوں میں اسمٰعیل بن حماد جوہری صاحب صحاح اللغۃ، محمد بن اسمٰعیل بغدادی، ابو اسحاق ابراہیم بن ہلال صابی صاحب کتاب التاج، شمس المعالی قابوس بن وشمگیر اور خصوصاً ابن مقلہ کا بھائی حسن بن علی بن مقلہ ہو گزرے ہیں۔

ابن مقلہ کے بارے میں حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

کاش بودی ابن مقلہ در حیات
تا بمالیدے خطت بر مقلتین

یا ؎

گر ابن مقلہ دگر بارہ درجہاں آید ۔۔۔ چنانکہ دعوی معجزہ کند بسحر مبین
بآب زر نتواند کشید چوں توالف ۔۔۔ بسیم حل ننگار دبسان ثغر تو سین

یاسہ

فصاحة سحبان وخط ابن مقلة　　وکلمة لقمان وزهد ابن ادهم

اذا اجتمعت للمرء والمرء مفلس　　فلیس له قدر بمقدار درهم

ابن البواب پانچویں صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔ ان کا نام علاؤالدین علی بن ہلال اور ان کا لقب ہے "قبلۃ الکتّاب"۔ ان کے بھی کئی نامور پیرو گزرے ہیں۔ مثلاً محمد بن موسیٰ بن علی شافعی، ابوالحسن مہار بن مرزویہ دیلمی شاعر، ابویوسف محمد بن اسمٰعیل گلپایگانی، ابوالفضل خازن، اسعد بن ابوالمعالی کاتب مصر، محمود کاتب اور تاج الدین کاتب وغیرہ۔

ابن البواب کے بعد یاقوت آتے ہیں اور وہ ساتویں صدی ہجری کے نابغہ ہیں۔ ان کا پورا نام ابوالمجد یاقوت بن عبداللہ المستعصمی تھا اور ان کو بھی قبلۃ الکتّاب کے لقب سے نوازا گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو مستعصمی اس لیے کہتے تھے کہ بنو عباس کے ۳۷ویں اور آخری خلیفہ المستعصم باللہ (۶۴۰۔۶۵۴ھ) نے ان کو بطور غلام خریدا تھا اور بغداد ہی میں ان کی تربیت کی گئی تھی۔ یاقوت نے ہمیشہ اپنی نسبت مستعصم سے رکھی اور اپنی لکھی ہوئی تمام کتابوں میں اپنے آپ کو مستعصمی لکھا ہے۔

یاقوت کو پہلے عبدالمؤمن بن صفی الدین ارموی یا اصفہانی سے خطاطی کا درس ملا اور بعد میں شیخ بن حبیب سے خطاطی کی مشق سیکھی۔

عبدالمحمد خان کا کہنا ہے[1] کہ یاقوت نے پہلے پہل زینب شہدہ سے خطاطی سیکھی۔ یہ زینب بنت احمد مفرج ابزی ابیوردی خراسانی ہیں۔ یہ خاتون گوناگوں اوصاف کی مالک تھیں اور خطاطی میں اور بہت سی دوسری باتوں میں مردوں سے گوئے سبقت لے گئیں تھیں فصاحتِ لسان اور حلاوتِ بیان میں بھی بے نظیر تھیں۔ انھوں نے اسی سال کی عمر میں ۵۷۴ھ میں وفات پائی۔ لیکن یہ بات بعید از قیاس ہے کیونکہ یاقوت اس عرصہ میں پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

یاقوت مستعصم کے بعد اباقاخان مغول کے ہم عصر ہوئے۔ اباقاخان کے عہد میں

---

[1] پیدائش نامہ خطاطان۔

(۶۶۳ تا ۶۸۰) چار شخصیتیں بہت مشہور ہوئی ہیں :- اوّل خواجہ نصیرالدین طوسی ، دوّم شمس الدین صاحب دیوان وزیر جوینی ، سوّم عبدالمؤمن موسیقار اور چہارم یاقوت مستعصمی۔ ان چاروں نے عالمی شہرت حاصل کی ہے ۔

یاقوت نے دربار خلافت میں نہایت باعزت زندگی گزاری اور خلیفۂ وقت المستعصم باللہ نے بھی اُن کے شوق کو پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ اتابک عطاء الملک علاؤالدین جوینی نے بھی یاقوت کی بڑی قدر کی اور اپنے بیٹے اور بھتیجے کو یاقوت کے سپرد کیا تاکہ وہ ان دونوں کو خوشخطی سکھائیں ۔ یہی حال بغداد کے اکابرین کا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لیے یاقوت کے پاس بھیجا کرتے تھے ۔

ان کے متعلق کئی حکایتیں مشہور ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان سے محمد شاہ تغلق نے یاقوت سے درخواست کی کہ وہ شیخ الرئیس ابوعلی سینا کی کتاب الشفاء کو لکھ کر بھیجیں ۔ چنانچہ یاقوت نے نہایت خوشخطی سے اس کتاب کو لکھا اور بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی ۔ بادشاہ نے یہ کتابت بہت پسند کی اور بیس لاکھ سونے کی مُہریں بطور صلہ عطا کیں ۔ ایران ، ترکستان ، ہندوستان اور عراق کے امراء یاقوت کے پاس تحفے تحائف بھیجتے تھے اور یاقوت سے قطعات اور مرقعات حاصل کرتے تھے ۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خوشنویسی کے علاوہ یاقوت زود نویس بھی تھے ۔ ہر مہینے میں دو نسخے کلام پاک کے لکھ لیتے تھے ۔ خلیفۂ وقت اگرچہ ان کی خوش نویسی کا معتقد تھا لیکن کبھی بھی اس نے اپنے مافی الضمیر کو اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا ۔ لہٰذا ایک روز یاقوت نے دو جُدا جُدا نمونے کتابت کرکے خلیفہ کے سامنے پیش کیے ۔ ایک کے نیچے اپنا نام درج کیا اور دوسرے پر ابن بوّاب کا نام لکھا اور عرض کی کہ حضور! خود فیصلہ صادر کریں کہ ان میں سے کون سا نمونہ بہتر ہے ؟ خلیفہ چونکہ ابن بواب کو بہت پسند کرتے تھے لہٰذا کہہ بیٹھے کہ ابن بوّاب والی کتابت بہتر ہے ۔ یاقوت فوراً آداب بجالائے اور کہنے لگے "آج میری مسرت اور انبساط بے پایاں ہوگئی کیونکہ امیرالمؤمنین نے تصدیق کردی کہ میرا خط بہتر ہے ۔ آقائے من ! وہ نمونہ جو ابنِ بوّاب سے نامزد کیا گیا تھا وہ دراصل میرا ہی لکھا ہوا ہے ۔" خلیفہ نے

حیرت اور استعجاب سے ان کی طرف دیکھا اوراب وہ پہلے سے زیادہ ان کی عزت کرنے لگا۔ خوشخطی کے علاوہ یاقوت میں زبردست علمی قابلیت بھی تھی۔ وہ اچھے شعر کہا کرتے تھے۔ مثلاً ؎

اصول وترکیب کراسٍ ونسبۃ صعود وتشمیر نزول وارسال

یا ؎

وقد ابدعت خطا لمرتله رات بنی القرات ولا ابن مقلۃ

فان کانت خطوط الناس عینا فخطی فی عیون الخط مقلۃ

یا ؎

اروتی مرشدا فی الخط مثلی ومن احب الکتابۃ فی البلاد

فلا فی الشرق ضدّ لی یضاھی ولا فی الغربِ من یتبع اجتھادی

یا ؎

ولی فرس تجری بمیدان فضۃ تجرہ اذیا لاً کلون الحنالیس

فیرکبھا یوم العرید ثلثۃ مجحلہ یمشی کمشی العرالیس

یاقوت خطِ ثُلث اور خطِ ریحان خوب لکھا کرتے تھے۔ ان کا خط نسخ، خط ثلث اور خط ریحان سے کم درجہ کا تھا۔ لیکن خط نسخ کو مروج کرنے کا شرف ان کو حاصل ہے۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کے کئی نسخے دنیا کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ علاوہ قرآنی نسخہ جات کے ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مندرجہ ذیل کتب بھی موجود ہیں :۔

(۱) دیوان قطبہ بن اوس التیمی (۲) کتاب الشہاب

(۳) گلستان سعدی (۴) صحیفۂ سجادیہ

(۵) دیوان الحادرہ (۶) کافیۂ ابن حاجب

(۷) ادعیۃ الایام السبعۃ - وغیرہ، وغیرہ

یاقوت کے سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ کوئی ۶۶۶ھ بتاتا ہے تو کوئی ۶۹۶ھ یا ۶۹۷ھ۔ لیکن ابن الفوطی نے جو یاقوت کے معاصرین، اپنی کتاب "حوادث الجامعۃ" میں ان